بلاک 3، اکائی 5

قصیدہ از ابن خفاجہ الاندلسی

(450ھ -- 533ھ = 1058 -- 1138)

اکائی کے اجزاء:

- جزیرہ شقر۔
- بلنسیہ: سیاسی عدم استحکام سے مرابطین کی حکومت قائم ہونے تک (ابن خفاجہ کی زندگی کا دور اول)۔
- ابن خفاجہ: حیات رندانہ وزاہدانہ کی ایک جھلک۔
- نثر نگاری۔
- شاعری۔
- وصف نگاری۔
- القاب۔
- قصیدے کا تعارف۔
- قصیدہ: معانی مفردات اور ترجمہ اشعار۔
- خلاصہ۔
- نمونے کے سوالات۔
- مطالعے کے لئے کتابیں۔

جزیرہ شقر:

اندلس (الف پر زبر، نون ساکن، دال پر زبر اور پھر لام پر پیش) کے مشرق میں ایک نہر ہے، نہر شقر، نہر کی مناسبت سے اس کے بائیں کنارے پر آباد شہر کا نام جزیرہ شقر (شین پر پیش اور قاف ساکن) ہے، جسے قدیم مصادر میں جزيرة شقر، اور آج کل الزيرة یا Alzira کہا جاتا ہے۔ اندلس کے مسلم عہد حکومت میں، فصیلوں سے گھرا، اور انواع واقسام کے درختوں اور باغات سے آباد یہ شہر، اہم تجارتی اور ثقافتی شہر تھا۔

اسے جزیرہ اس لئے نہیں کہا جاتا کہ وہ سمندر کے درمیان واقع ہے، بلکہ اس لئے کہ یہ دو شہروں شاطبیہ اور بلنسیہ کے درمیان واقع ہے اور اس کو ارد گرد سے پانی گھیرے ہوئے ہے۔ یہی جزیرہ شقر ابن خفاجہ کی جائے ولادت ہے۔ انتظامی لحاظ سے جزیرہ شقر پہلے بھی بلنسیہ کا حصہ تھا اور آج بھی صوبہ بلنسیہ کے تحت آتا ہے۔ اس لئے ابن خفاجہ کو بلنسیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے "ابن خفاجہ البلنسی" یا اندلس کی طرف نسبت کرتے ہوئے "ابن خفاجہ الاندلسی" کہا جاتا ہے۔

بلنسیہ: سیاسی عدم استحکام سے مرابطین کی حکومت قائم ہونے تک: (ابن خفاجہ کی زندگی کا دور اول)

399ھ/1009ء میں سلطنت عامری کے خاتمے پر جب فتنہ اندلس کی آگ بھڑکی اور ملک میں بد امنی و بد نظمی پھیلی، اس وقت بلنسیہ پر ایک عامری نوجوان "مجاہد العامری" حاکم تھا۔ اس کے خلاف دوسرے دو عامری غلاموں مبارک اور مظفر نے بغاوت کردی، مجاہد بلنسیہ چھوڑ کر "دانیہ" چلا گیا اور مبارک و مظفر نے شہر کی کمان سنبھال لی۔ بعض روایات کے مطابق مظفر نے بلنسیہ کی حکومت سنبھالی اور مبارک نے شاطبیہ کی۔ ان دونوں غلاموں نے بلنسیہ کی قلعہ بندی اور حفاظتی انتظامات پر خصوصی توجہ کی، جس کی وجہ سے اس دور بد امنی میں، دوسرے شہروں کے افراد بلنسیہ کا رخ کرنے لگے اور وہاں اقامت پذیر ہونے لگے۔ مبارک اور مظفر کی حکومت بلنسیہ میں چند سال رہی، پھر مظفر کا انتقال ہوگیا اور کچھ عرصے تک مبارک نے تنہا حاکم شہر کے فرائض انجام دیئے۔ ذی الحجہ 408ھ/1017ء میں مبارک ایک روز تفریح کے لئے نکلا، اثنائے راہ ایک پل عبور کرتے وقت اس کا گھوڑا بدک گیا، مبارک گھوڑے سے گرا اور پل سے نکلی ہوئی ایک لکڑی سے بری طرح زخمی ہو کر جائے حادثہ پر ہی راہی ملک عدم ہوگیا۔

معاصر شاعر ابن دراج قسطلی نے مبارک اور مظفر کی مدح میں ایک طویل قصیدہ بھی لکھا ہے، جس کے ابتدائی چند اشعار حسب ذیل ہیں:

أهنيكما ما يهنئ الدين منكما

هدى و ندى فليسلم واسلما

وشهر تولى راضيا قد بلغتما

مداه كراما قوم الليل صوما

وفطر تحلى بالصلاة إلى الذي

دعوناه ألايوحش الأرض منكما

فأسفر عن وجه تجلى سناكما

وصدق تجلى بالسلام عليكما

وأكرم به فطرا يبشر بالمنى

وعيد معادا بالسرور لديكما

مبارک کے بعد بلنسیہ کی امارت لبیب العامری کے ہاتھوں آ گئی۔ 411ھ/1021ء میں عامری جوانوں نے عبد العزیز بن عبد الرحمٰن المنصور کو اپنا امیر منتخب کر لیا۔ عبد العزیز تقریباً چالیس سال بلنسیہ کا حاکم رہا۔ 452ھ/1061ء میں اس کی وفات ہو گئی۔ عبد العزیز کی وفات کے بعد اعیان سلطنت کے اتفاق سے اس کا بیٹا عبد الملک بلنسیہ اور شاطبیہ کا امیر قرار پایا اور امیر شہر کی حیثیت سے بلنسیہ میں مقیم ہوا۔

457ھ/1065ء میں طلیطلہ کا حاکم المامون بن ذی النون بلنسیہ پر قابض ہو گیا اور اس نے اپنی طرف سے شہر کا ناظم ابو بکر محمد بن عبد العزیز کو مقرر کیا۔ اس کے بعد جب سرقسطہ کے حاکم "المقتدر بن ہود" نے دانیہ پر حملہ کیا، تو ابو بکر کو اس کی قوت و شوکت اور بلنسیہ کی طرف اس کی طمع بھری نگاہوں سے خوف محسوس ہوا، اس وجہ سے وہ الفانسو ششم کی حمایت میں آ گیا اور بوقت ضرورت مدد فراہم کرنے کے عوض، جزیہ ادا کرنے کا پابند عہد ہو گیا۔ مقتدر کا بیٹا "الموٴتمن" بلنسیہ پر قبضہ کرنا چاہتا تھا، اس لئے اس نے قشتالہ کے بادشاہ سے مدد طلب کی، لیکن ابو بکر کے لئے شاہ قشتالہ کے احترام اور ابو بکر کی منت و سماجت نے، شاہ قشتالہ کو واپس ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد ابو بکر نے خود پہل کر کے موٴتمن کو اپنا حامی بنا لیا، اور اس کے بیٹے احمد المستعین سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ دس سال حکومت کے بعد 478ھ/1085ء میں ابو بکر کا انتقال ہو گیا۔ ابو بکر کے بعد اس کا بیٹا ابو عمر عثمان، ابو بکر کا جانشیں ہوا اور سقوط طلیطلہ کے چند روز بعد اس کی بیعت کی گئی۔ طلیطلہ پر قبضے کے بعد الفانسو ششم نے حاکم طلیطلہ القادر بن ذی النون سے وعدہ کیا کہ وہ، قادر کی اطاعت سے نکل جانے والے بلنسیہ پر دوبارہ اس کی حکومت کے قیام میں مدد دے گا۔ البرہانیس کی قیادت میں نصرانی فوجوں کے ساتھ، قادر بلنسیہ کی طرف بڑھا۔ اس صورت حال نے اہل شہر اور اعیان سلطنت میں اختلاف پید کر دیا۔ آخر کار اتفاق رائے سے

ابو عمر عثمان کو معزول کرکے شہر حملہ آور فوج کے حوالے کر دیا گیا۔اس طرح 478ھ/1086ء میں بلنسیہ پر یحی القادر کا قبضہ ہو گیا۔ عثمان نے فقط نو مہینے حکومت کی۔ قادر نے اپنے مسیحی مددگاروں کی حرص و آز کی آگ بجھانے کے لئے شہر میں لوٹ کھسوٹ شروع کر دی، اوراس کے حمایتی نصرانی، اہل شہر کو ظلم و ستم کی چکی میں پیسنے لگے۔ شہر میں کہرام بپا ہو گیا۔ اسی درمیان یوسف بن تاشفین کی قیادت میں مرابطین پہلی بار جنوبی اندلس میں داخل ہوئے۔ نصرانیوں نے اپنی فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں، بلنسیہ کی نصرانی فوج بھی اس لشکر عظیم سے مقابلہ آرائی کے لئے روانہ ہوئی۔ مسیحی فوج کے چلے جانے سے اہل بلنسیہ کو کچھ سکون نصیب ہوا۔ امرائے اندلس کی پیروی میں، قادر نے بھی، یوسف بن تاشفین کو دوستی اور حمایت کا پیغام بھیجا، لیکن یوسف بن تاشفین کو بلنسیہ کی طرف توجہ کرنے کی مہلت نہیں ملی۔ شہر کے حالات خراب تھے، موقع غنیمت جان کر "لاردہ" اور "طرطوشہ" کے حاکم منذر بن ہود نے اس پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ قادر نے پہلے تو یہ سوچا کہ شہر اس کے حوالے کر دے، مگر مرسیہ کے سابق حکمراں، ابن طاہر کی فہمائش پر مقابلے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ قادر نے اپنی مدد کے لئے آس پاس کے دوسرے حکام سے فریاد کی۔ اس سلسلے میں قادر نے شاہ قشتالہ کو بھی مدد کا پیغام بھیجا اور سرقسطہ کے حاکم المستعین بن ہود سے بھی امداد طلب کی۔ بلنسیہ کی مدد کے لئے مستعین تنہا نہیں آیا، بلکہ اس کے ساتھ قشتالی شہسوار کمبیادور کا لشکر بھی آیا۔ کمبیادور مستعین کا دوست اور حلیف تھا۔ مستعین کے باپ مؤتمن اور دادا المقتدر سے بھی کمبیادور کے دوستانہ مراسم تھے۔

کمبیادور یا قمبیطور کا اصل نام روڈر گوڈیاز دی ویوار ہے (Rodrigo Diaz de Vivar)، السید (El Cid)، یا الکمبیادور (El Campeador) کے نام سے شہرت ہے، عیسائی دنیا اسے اپنا بہت عظیم قائد و سالار مانتی ہے اور اس کی ذات سے بہت سارے بے بنیاد افسانے منسوب کر دیئے گئے ہیں۔

خیر ----- طویل جد و جہد، سیاسی جوڑ توڑ اور ظلم و ستم کے بعد جمادی الاولی 487ھ/جون 1094ء میں بلنسیہ پر کمبیادور کا قبضہ ہو گیا۔ قابض ہونے کے بعد کمبیادور نے تمام وعدے اور معاہدے فراموش کر دیئے اور اہل شہر کو ظلم و ستم کی بھٹی میں جھونک دیا، انہیں گوناگوں ایذاء و تعذیب کے حوالے کر دیا۔ بے شمار افراد بلنسیہ سے ترک مکانی کرکے دوسرے خطوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ ابن خفاجہ نے بلنسیہ کے اس دور وابتلاء و آزمائش کا ذکر یوں کیا ہے:

عاثت بساحتك العدا يا دار
ومحا محاسنك البلى والنار
فإذا تردد في جنابك ناظر
طال اعتبار فيك و استعبار
أرض تقاذفت الخطوب بأهلها
و تمحصت بخرابها الأقدار
كتبت يد الحدثان في عرصاتها
لا أنت أنت ولا الديار ديار

(اے گھر تیرے صحن میں دشمنوں نے فساد برپا کیا، اور بوسیدگی اور آگ نے تیرا حسن مٹا ڈالا۔ جب کسی دیکھنے والے کی نگاہ تیری طرف اٹھتی ہے تو وہ تجھے دیکھ کر دیر تک حسرت و یاس میں ڈوبا رہتا ہے۔ تو ایک ایسی سرزمین ہے جس کے باشندوں پر مصیبتوں کی برسات ہوئی اور تقدیر نے جس کی ویرانی و بربادی کو آشکارا کر دیا، اور دست حوادث نے جس کے صحن میں یہ عبارت کندہ کر دی ہے "نہ تو وہ ہے جو پہلے تھا اور نہ تو یہ دیار وہ دیار ہے")۔

نصرانیوں کے ظلم و جور اور اہل بلنسیہ کے مصائب کی خبریں یوسف بن تاشفین تک پہونچ رہی تھیں، اس نے بلنسیہ کے باشندوں کو نجات دلانے اور عیسائیوں کے مظالم کا قلعہ قمع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یوسف بن تاشفین نے اندلس میں بکھرے ہوئے مرابطی امراء و قائدین لشکر کو جمع ہونے کا حکم دیا اور اپنے بھائی محمد بن تاشفین کے بیٹے کو حملے کی قیادت سونپی۔ مرابطی فوج نے ستمبر 1094ء میں بلنسیہ کی طرف کوچ کیا۔ آئندہ ماہ اکتوبر (رمضان 488ھ) سے دو طرفہ جنگ کا آغاز ہوگیا۔ مرابطین نے پورے شہر کو حصار میں لے لیا۔ مسیحی فوجوں کا قائد کمبیادور، جنگ کے دوران بیماری کی حالت میں چل بسا۔ اس کے بعد اس کی بیوی نے قیادت و رہنمائی کا بوجھ اٹھایا۔ لمبے عرصے کی جنگ کے بعد نصرانی افواج کا بھی کس بل نکل گیا۔ آخرکار عیسائی بہت سارے مال و متاع کے ساتھ شہر چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن جاتے جاتے شہر کو آگ کی نذر کر گئے۔

شعبان 495ھ / مئی 1102ء میں مرابطین بلنسیہ میں داخل ہوئے اور شہر میں امن وامان قائم کرکے اس کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لیا۔ اس پوری تفصیل کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

بلنسیہ کا دور طوائف الملوکی:

مظفر اور مبارک: 400ھ ----- 408ھ = 1009 ----- 1017ء

لبیب العامری: 408ھ ----- 411ھ = 1017 ----- 1021ء

عبدالعزیز المنصور: 411ھ ----- 452ھ = 1021 ----- 1061ء

عبدالملک بن عبدالعزیز: 452ھ ----- 457ھ = 1061 ----- 1065ء

(بلنسیہ پر المامون بن ذی النون کا قبضہ)

مامون کا نائب ابوبکر بن عبدالعزیز: 457ھ ----- 478ھ = 1065 ----- 1085ء

عثمان بن ابی بکر: 478ھ --- / 1085 ---

القادر بن ذی النون: 478ھ ----- 485ھ = 1085 ----- 1092ء

قاضی ابن جحاف: 485ھ ----- 487ھ = 1092 ----- 1094ء

کمبیادور / قمبیطور: 487ھ ----- 495ھ = 1093 ----- 1102ء

(بلنسیہ پر مرابطین کا قبضہ)

ابن خفاجہ کی تقریباً آدھی زندگی ملوک الطوائف کے عہد میں اور پھر مرابطین کے زمانہ حکومت میں بسر ہوئی۔ اس وقت مرابطین کا قائد اعلی یوسف بن تاشفین تھا۔ یوسف کی وفات 500ھ = 1106ء میں ہوئی۔ اس کا فرزند علی بن یوسف اس کا جانشیں ہوا۔ یہ ابن خفاجہ کا معاصر تھا۔ اسی کے عہد میں ابن خفاجہ کی دوسری آدھی زندگی بسر ہوئی۔

ابن خفاجہ: حیات رندانہ وزاہدانہ کی ایک جھلک

صوبہ بلنسیہ کے جزیرہ شقر میں 450ھ مطابق 1058م کو شاعر فطرت ابن خفاجہ الاندلسی کی ولادت ہوئی۔ ابن خفاجہ کا پورا نام ہے: ابو اسحاق ابراہیم بن ابو الفتح بن عبد اللہ بن خفاجہ الہواری۔

ابن خفاجہ کے والد شہر کے ممتاز اور صاحب ثروت افراد میں سے تھے، اس لئے ابن خفاجہ کی زندگی بڑے عیش و آرام میں گزری، اور شاید اسی وجہ سے اس نے کسی قسم کی ملازمت اختیار نہیں کی، نہ ہی شعر گوئی کو کسب مال کا ذریعہ بنایا، نہ ہی شادی کی۔ لباس و طعام میں ابن خفاجہ کی جمال پسندی مشہور ہے۔ تقوی اور دین داری کے لحاظ سے ابن خفاجہ کی زندگی دو ادوار میں منقسم ہے۔ جوانی سے عمر ڈھلنے تک کے ایام عیش و عشرت، شعر و شاعری، حسن فطرت کے مشاہدے، اور شراب و شباب کی سرمستیوں میں گزری۔ عمر ڈھلنے کے بعد زندگی کے آخری پڑاؤ میں جب اسے اپنی غفلت میں ڈوبی زندگی کا احساس ہوا، تو اس نے سب کچھ ترک کرکے توبہ کر لی اور عمر عزیز کے آخری ایام صلاح و تقوی کے ساتھ بسر کئے۔

تاریخی اور سیاسی اعتبار سے ابن خفاجہ کا زمانہ سلطنت اموی کے خاتمے کے بعد پید شدہ طوائف الملوکی کا زمانہ ہے، یعنی اندلسی تاریخ میں طوائف الملوکی کا پہلا دور، جس میں ابن خفاجہ کا شہر پہلے بنو عامر اور پھر بنو ذی النون جیسے ملوک الطوائف کے زیر حکم رہا، پھر اس پر اندلس کے عیسائیوں نے قبضہ کرلیا۔ یہ ساری تفصیل سطور گزشتہ میں بیان ہو چکی ہے۔ اس وقت ابن خفاجہ نے بھاگ کر شمالی افریقہ میں پناہ لی۔ اس کے بعد جب یوسف بن تاشفین کی قیادت میں مرابطین نے اندلس کے دیگر شہروں کے ساتھ بلنسیہ پر قبضہ کیا، تب ابن خفاجہ نے دوبارہ اندلس کا رخ کیا۔ بلنسیہ ہی میں 533ھ = 1138م میں ابن خفاجہ کی وفات ہوئی۔

نثر نگاری:

ابن خفاجہ کی اصل شہرت تو شاعر کی حیثیت سے ہے، لیکن شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ابن خفاجہ بہترین نثر نگار بھی تھا۔ اپنی نثر میں اس نے محسنات لفظیہ کا التزام کیا ہے اور بدیع الزماں ہمدانی اور ابن العمید کے اسلوب کی پیروی کی ہے۔ ابن خفاجہ کی نثری یادگار ایک تو وہ خطبہ ہے، جس سے اس نے اپنے شعری دیوان کا آغاز کیا ہے۔ اس کے علاوہ تہنیت، شکر گزاری، تقریظ، سفارش، تعزیت، معذرت، فخر وغیرہ متعدد موضوعات سے

متعلق مختلف فصول اور رسائل ہیں، جو ابن بسام کی الذخیرہ اور دیوان ابن خفاجہ تحقیق ڈاکٹر سید مصطفے غازی میں جمع ہیں۔

شاعری:

ابن خفاجہ کو ایام شباب میں الشریف الرضی (م406ھ/1015ء)، مہیار الدیلمی (م428ھ/1037ء) اور عبدالمحسن الصوری (م419ھ) کا کلام بہت پسند تھا۔ اس لئے اس نے اپنی شاعری کے آغاز میں انہی شعراء کے اسلوب کی پیروی کی ہے۔ بعد میں آہستہ آہستہ اس نے خود کو اس اثر سے آزاد کر لیا اور ایک منفرد اسلوب بیان اختیار کیا۔

ابن خفاجہ کی شاعری اس کے دل کی آواز اور جذبات کی ترجمان ہے، اس نے جو کچھ کہا اس میں بناوٹ اور تصنع کے آثار و عناصر مفقود ہیں۔ یہ اس کی شاعری کا اہم پہلو ہے۔ دوسری اہم بات یہ کہ عربی ادب کی تاریخ میں ابن خفاجہ شاید اکیلا ایسا شاعر ہے، جو کل وقتی شاعر تھا اور جس نے پوری زندگی میں شاعری کے سوا کچھ نہیں کیا۔ اس سے بھی زیادہ اہم اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ اس نے شاعری کو حصول زر کا وسیلہ یا پیشہ بھی نہیں بنایا۔ اس لئے وہ بجا طور سے یہ کہنے کا مستحق ہے:

درسوا العلوم ليملكوا بجدالهم
فيها صدور مراتب و مجالس
و تزهدوا حتى أصابوا فرصة
في أخذ مال مساجد و كنائس

(لوگوں نے علوم کا مطالعہ کیا تاکہ بحث و مباحثہ کے ذریعے صف علماء میں میر مجلس اور صدر محفل کا منصب حاصل کر سکیں، اور بعض لوگوں نے زاہدانہ زندگی اختیار کی تاکہ انہیں مسجد اور کلیسا کا مال ہڑپ کرنے کا موقع ملے)

اس کل وقتی شاعر کی زندگی میں ایک مرحلہ وہ بھی آیا جب اس نے شعر گوئی سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس عرصے میں ابن خفاجہ کی زبان سے کچھ اشعار وابیات ضرور وجود میں آئے لیکن عام کیفیت شعر سے بے التفاتی کی ہی رہی اور شاعری سے اس کا رشتہ خود اسی کے بقول ایسا ہو گیا:

كأنك لم تكن إلفي و خلي

ولم أقطع بك الليل الطويل

(لگتا ہے کہ تو میرا انیس وحبیب تھا ہی نہیں، اور میں نے تیری ہم نشینی میں وہ طویل راتیں نہیں گزاریں)

یہ اس وقت کی بات ہے جب نصرانیوں نے اس کے شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس حادثے نے ابن خفاجہ کے وجود کو جھنجھوڑ ڈالا۔ درج ذیل اشعار غالباً اسی پس منظر میں کہے گئے ہیں:

فيا لشجا صدر من الصبر فارغ

ويا لقذى طرف من الدمع ملآن

ونفس إلى جو الكنيسة صبة

وقلب إلى أفق الجزيرة حنان

تعوضت من واها بآه ومن هوى

بهون ومن إخوان صدق بخوان

وما كل بيضاء تروق بشحمة

ولا كل مرعى ترتعيه بسعدان

فياليت شعري هل لدهري عطفة

فتجمع أوطاري علي وأوطاني

ميادين أوطاري ومعهد لذتي

ومنشأ تهيامي وملعب غزلاني

پھر جب مرابطین کی عنایت سے ابن خفاجہ کو دوبارہ اپنے شہر آنے کا موقع ملا، تو اس کی طبیعت میں خود بخود روانی آ گئی۔ شاعری کے اس دوسرے دور کا آغاز اس نے مرابطی قائد ابراہیم بن یوسف کی مدح سے کیا، اور اپنے

قصدہ مدحیہ کا آغاز اس مصیبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا، جس سے اس کا شہر گزرا تھا۔ ابن خفاجہ کہتا ہے

سجعت وقد غنى الحمام فرجعا
وما كنت لولا أن تغنى لأسجعا
وأندب عهدا بالمشقر سالفا
وظل غمام للصبا قد تقشعا
ولم أدر ما أبكي أرسم شبيبة
عفا أم مصيفا من سليمى ومربعا

یہ قصیدہ ابن خفاجہ کی زندگی کا نقطہ تحویل ہے۔ اس سے پہلے ابن خفاجہ اپنی دنیا میں مگن رہنے والا ایک انفرادیت پسند شاعر تھا، شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے عہد اور معاشرے سے بے پرواہ ہو کر صرف فطرت سے ہم کلام رہتا تھا، لیکن اس کے بعد ابن خفاجہ کی عزلت پسندی اور معاشرتی بے رخی میں کمی آ گئی۔

ابن خفاجہ نے مختلف شعری اصناف میں طبع آزمائی کی ہے اور مدح، غزل، رثاء، زہد، شکوہ، شوق، فخر، ہجو، وصف وغیرہ اغراض میں اپنا کلام چھوڑا ہے۔ ابن خفاجہ نے جن امراء ووزراء اور دیگر اشخاص کی مدح کی ہے ان میں ملوک الطوائف میں سے "المریہ" کا حاکم المعتصم بن صمادح، اور مرابطین کے قائد امیر یوسف بن تاشفین کے تین فرزند: ابو اسحاق ابراہیم بن یوسف (مذکورہ بالا)، ابو الطاہر تمیم بن یوسف اور ابو الحسن علی بن یوسف کے نام قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ متعدد ارباب اقتدار ابن خفاجہ کے ممدوح ہوئے ہیں۔

وصف نگاری/شعر الطبیعہ:

ابن خفاجہ کی شاعری کا غالب حصہ وصفیہ اور بیانیہ ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس نے اپنے زبان و قلم کو حسن فطرت اور مناظر قدرت کے بیان کے لئے وقف کر دیا تھا۔ وہ سب سے پہلا شاعر ہے جس نے پوری توانائی اور صلاحیت کے ساتھ تاحیات یہ خدمت انجام دی۔ اس نے اپنے اشعار کے ذریعہ قدرت کے حسن و جمال کو لفظوں کا جامہ پہنایا ہے۔

فطرت کی دو قسمیں ہیں: ایک خاموش/بے جان فطرت اور دوسری باآواز/یا جان دار فطرت۔ خاموش فطرت سے مراد ہے کائنات کے وہ قدرتی مظاہر جن میں آواز اور جان نہیں ہوتی، یعنی عالم جمادات۔ باآواز فطرت سے مراد ہے جاندار مخلوقات جن میں جان اور آواز ہوتی ہے، یعنی عالم حیوانات۔ ابن خفاجہ نے فطرت کے دونوں قسم کے مظاہر کو اپنی وصفیہ شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ اس ضمن میں اس نے درج ذیل مظاہر کا وصف بیان کیا ہے:

- باغات (مختلف اور کثیر)۔
- درخت: سنتگرہ (نارنج)، پیلو (اراک)، بیر (سدر)، تلسی (ریحان)، ببول/کیکر (طلح)، خیری، سرح، بان، سلم، بشام، ضال (؟)
- پھول: سنتگرہ (نارنج)، تلسی (ریحان)، گلاب (ورد)، بنفشہ (بنفسج)، نرگس (النرجس)، سوسن (آسمانی رنگ کا ایک پھول: سوسن)، اقحوان (گل بابونہ) شقیق، العرار، الآس، الخزامی (lavender)۔
- پھل (سنتگرہ، انجیر، انار، انگور)،
- شاخ، ٹیلے، سنگلاخ وادیاں، پہاڑ، نہر، سمندر، بادل، بارش، شبنم، سیلاب، سردی، برف، ہوا، بجلی، کڑک، سورج، چاند، ستارے، رات اور دن۔

جانداروں میں سے درج ذیل:

- گھوڑا، اونٹنی، کتا، خرگوش، بھیڑ، مینڈھا، مچھلی، بھیڑیا، شیر، کبوتر، گوریا، گدھ، شہد کی مکھی، سانپ، وغیرہ۔

ان کے علاوہ تلوار، نیزہ، کاغذ، قلم، مختلف قسم کی عمارات، احباب، مجالس اور شراب وغیرہ بہت ساری چیزوں کے اوصاف ابن خفاجہ نے اپنی سحر انگیز شاعرانہ زبان میں بیان کئے ہیں۔

اندلس اور خاص کر ابن خفاجہ کی جائے سکونت جزیرہ شقر، پھولوں، پھلوں، نہر اور باغات کا شہر تھا، جہاں قدرت کی دلفریبی بے پردہ نظر آتی تھی۔ اسی قدرتی جمال و دل کشی کی بنا پر اس نے اندلس کو جنت سے تعبیر کیا ہے۔ اس سلسلے میں ابن خفاجہ کا درج ذیل شعر بہت مشہور ہے:

یا أهل أندلس لله درکم

ماء و ظل و أنهار و أشجار

اے اندلس کے مکینو! تمہارے ملک اندلس کی خوبی و دل فریبی قدرت خداوندی کا اظہار ہے، یہاں پانی، سایے، نہروں اور درختوں کی بہتات ہے۔

ما جنة الخلد إلا في ديارکم

و لو تخيرت هذي کنت اختار

ہمیشگی کی جنت تو تمہارے ہی شہر میں ہے، اگر روئے زمین پر مجھے کوئی قطعہ ارضی اختیار کرنا ہو تو اسی اندلس کی سرزمین کو اختیار کروں

لاتختشوا بعد ذا أن تدخلوا سقرا

فليس تدخل بعد الجنة النار

یہاں سکونت پذیری کے بعد، جہنم میں داخلے کا خوف نہ کرو؛ کیوں کہ جنت میں آنے کے بعد جہنم میں نہیں جایا جاتا۔

منقول ہے کہ سلطان مراکش سلطان ابو عنان فارس المغربی کے پاس اندلس سے ایک قاصد آیا اور اس نے اپنے وطن پر فخر کرتے ہوئے درج بالا اشعار سلطان کے سامنے پڑھے۔ سلطان نے جب یہ اشعار سنے تو اس نے کہا یہ شاعر جھوٹا ہے۔ سلطان کی مراد یہ تھی کہ شاعر نے اندلس کو جنت خلد قرار دیا ہے اور یہ کذب صریح ہے اور یہ کہ شاعر نے اخروی زندگی پر اندلس کو اختیار کرنے کی بات کہی ہے، یہ دین کا قلادہ گردن سے اتار پھینکنے کے مترادف ہے۔ قاصد نے کہا: سیدی! شاعر اپنے قول میں سچا ہے کیوں کہ اندلس جہاد کا مقام اور دشمنان اسلام

کے خلاف حرب و ضرب کی جگہ ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے"۔ سلطان کو قاصد کی گفتگو بہت پسند آئی اور اس نے شاعر کو ملامت سے بری کر دیا۔

نفح الطیب کے مصنف احمد بن محمد المقری التلمسانی کے بقول: "وأبو إسحاق كان أوحد الناس في وصف الأنهار والأزهار والرياض والحياض والرياحين والبساتين" ابواسحاق یعنی ابن خفاجہ نہروں، پھولوں، کیاریوں، حوض، اور باغات کا وصف بیان کرنے میں بے نظیر تھا۔

ابن خفاجہ کے مشہور قصیدوں میں سے وہ قصیدہ ہے جسے "وصف الجبل" کا سرنامہ دیا گیا ہے۔ اس قصیدے میں اس نے ایک پہاڑ کا ذکر کیا ہے اور موت وحیات کے تعلق سے اپنا نظریہ پیش کیا ہے۔ اس نے یہ بتایا ہے کہ پہاڑ اپنی درازی بقا سے اکتاہٹ کا شکار ہے اور فنا ہو جانے یا مر جانے کی تمنا کر رہا ہے، دوسری طرف انسان موت سے خوف کھاتا ہے اور حیات جاوید کی آرزو کرتا ہے، حالاں کہ یہ دونوں آرزوئیں پوری نہیں ہو سکتیں، نہ پہاڑ مر سکتا ہے اور نہ انسان حیات دائمی کا پروانہ حاصل کر سکتا ہے۔

استعارہ، توریہ، کنایہ اور جناس لفظی و معنوی وغیرہ کے استعمال کی وجہ سے ابن خفاجہ کے بعض اشعار میں تکلف اور غموض کی پرت گہری ہے۔

القاب:

وصف نگاری کی وجہ سے ابن خفاجہ کو "شاعر الطبیعۃ" یا "شاعر الطبیعۃ الاول" کا خطاب دیا گیا ہے۔ اور اندلس کے مؤرخ المغربی نے اسے "صنوبری الاندلس" کہا ہے۔ اسی طرح مقری کے بقول اہل اندلس ابن خفاجہ کو جنان کہا کرتے تھے۔ (جنان الاندلس)۔

قصیدے کا تعارف:

زیر نظر قصیدہ ابن خفاجہ کی زندگی کے دور آخر کی یادگار ہے، جب اس نے لہو ولعب سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور اپنی سابقہ مدہوشی بھری زندگی پر کف افسوس مل رہا تھا۔ اس قصیدے میں اس نے اپنے اسی عہد شباب کا ذکر کر کے اس پر حسرت وتاسف کا اظہار کیا ہے۔

ابن خفاجہ کے پیش نظر اشعار سے ملتا جلتا مفہوم اردو کے مشہور شاعر ابراہیم ذوق دہلوی کے یہاں بھی ملتا ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

وقت پیری شباب کی باتیں

ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

پھر مجھے لے چلا ادھر دیکھو

دل خانہ خراب کی باتیں

واعظا چھوڑ ذکر نعمت خلد

کہہ شراب و کباب کی باتیں

مہ جبیں یاد ہیں کہ بھول گئے

وہ شب ماہتاب کی باتیں

حرف آیا جو آبرو پہ مری

ہیں یہ چشم پرآب کی باتیں

جام مے منہ سے تو لگا اپنے

چھوڑ شرم و حجاب کی باتیں

مجھ کو رسوا کریں گی خوب اے دل

یہ تری اضطراب کی باتیں

قصیدہ:

ألا ساجل دموعي يا غمام

و طارحني بشجوك يا حمام

معانی مفردات:

ساجل مساجلة: مقابلہ کرنا۔ **دموع:** دمع کی جمع: آنسو، اشک۔ **طارح مطارحة:** مناظرہ/ مسابقہ کرنا، آپس میں گفتگو کرنا، تبادلہ خیال کرنا۔ **شجو**: رنج و غم۔

ترجمہ شعر:

اے ابر باراں ! بارش برسانے میں میرے آنسوؤں کا مقابلہ کر، اور اے کبوتر ! اپنے رنج و غم کے بارے میں مجھ سے گفتگو اور مسابقہ آرائی کر۔

فقد وفيتها ستين حولا

و نادتني ورائي: هل أمام ؟

ترجمہ شعر:

کیوں کہ میں نے آنسوؤں اور رنج و غم میں پورے ساٹھ برس بسر کئے ہیں، اور اب میرا ماضی آواز دے کر مجھ سے سوال کر رہا ہے: کیا آگے کے لئے کچھ ہے؟

و كنت و من لباناتي لبينى

هناك و من مراضعي المدام

معانی مفردات:

لبانات: لبانة کی جمع: حاجت، ضرورت، مراد: محبوبہ، معشوقہ۔ **مراضع:** مرضع کی جمع: پینے کی جگہ/پینے کی چیز۔ **مدام:** شراب۔

ترجمہ شعر:

اس عہد رفتہ میں، میں تھا اور لبینی میری محبوباؤں میں سے تھی اور پینے کے لئے جو چیز تھی، وہ شراب تھی۔

يطالعنا الصباح ببطن حزوى

فينكرنا و يعرفنا الظلام

معانی مفردات:

طالع مطالعة: کسی کو لگاتار دیکھ کر اس سے واقف ہونا/ مطلع ہونا، کتاب پڑھنا۔ **بطن حزوی:** نجد میں بنو تمیم کے علاقے میں ایک جگہ کا نام، مراد: دوستوں کی مجلس، محفل احباب۔

ترجمہ شعر:

صبح کی پو پھٹتے ہی ہم احباب کی محفل میں پہونچ جاتے (اور وہیں جمے رہتے یہاں تک کہ) صبح ہمارے لئے اجنبی ہو جاتی اور رات کی تاریکی ہماری آشنا بن جاتی۔ یعنی ہم صبح سے شام تک کا پورا وقت احباب کی محفل میں گزار کر رات میں وہاں سے لوٹتے تھے۔

و كان بها البشام مراح أنس

فماذا بعدنا فعل البشام ؟

معانی مفردات:

بشام: ایک خوشبودار درخت۔ **مراح:** روح بمعنی جانا سے اسم ظرف: وہ مقام جہاں سے لوگ کہیں کے لئے روانہ ہوں یا وہ مقام جہاں لوگ دوسری جگہوں سے آکر جمع ہوں، مقام، جگہ، جائے انسیت۔

ترجمہ شعر:

وہاں بشام کے خوشبودار درخت انسیت کا باعث ہوا کرتے تھے، بشام کے ان درختوں نے ہمارے بعد کیا کیا؟

فيا شرخ الشباب ألا لقاء

يبل به على يأس أوام ؟

معانی مفردات:

شرح: اصل، آغاز شباب، عنفوان شباب، نوجوانی۔ **بل بلا، بللا، بلولا**: تر کرنا، بھگونا۔ **أوام:** شراب۔

ترجمہ شعر:

اے نوجوانی! کیا دوبارہ ملاقات نہیں ہو سکتی، جس کے ذریعے ناامیدی کے اس حال میں پیاس کی گرمی کو تر کیا جائے؟

و یا ظل الشباب و کنت تندی

علی أفیاء سرحتك السلام

معانی مفردات:

ندی ، نداوة: (س): بھیگنا، تر ہونا، سخاوت کرنا۔ **افیاء: فیئ** کی جمع: سایہ، زوال کے بعد کا لمبا سایہ۔ **سرحة:** درخت۔

ترجمہ شعر:

اور اے سایہ شباب! تو اپنے درخت کے سایوں پر سخی تھا، اس عہد رفتہ کو سلام!!!۔

خلاصہ:

ابن خفاجہ کا عہد سیاسی اعتبار سے ڈانواں ڈول تھا۔ مرابطین کے داخلہ اندلس کے بعد اس میں کچھ مدت کے لئے ثبات و قرار اور امن و سکون پیدا ہوا۔ ابن خفاجہ پاکیزہ نفس اور نیک سیرت تھا، اور عہد اور معاشرے سے بے نیاز۔ اس کی جوانی عیش و عشرت میں اور بڑھاپا زہد میں بسر ہوا۔ غالبا معاشرتی چکاچوند سے بے نیازی کا نتیجہ تھا کہ اس نے اپنی زندگی فطرت اور اس کے مناظر و مظاہر کے مطالعے و مشاہدے اور اس سے ہم کلامی میں گزاری اور اس طرح صف اول کا شاعر بن کر زمانے کے سامنے پیش ہوا اور اپنی دلکش فطری/ وصفیہ شاعری کی بنا پر منفرد مقام کا حامل ہوا۔ ابن خفاجہ کے کلام میں نغمگی اور ترنم کا عنصر نمایاں ہے۔ اس کے ساتھ اشعار میں رقت اور الفاظ میں حسن و جمال کا غازہ موجود ہے۔ ابن خفاجہ محسنات لفظیہ و معنویہ کا دلدادہ تھا؛ اس لئے کلام

میں کہیں کہیں تکلف کی جھلک بھی در آئی ہے۔ شعری جمال اور شاعرانہ کمال کی وجہ سے ابن خفاجہ کو "صنوبری الاندلس"، "جنان الاندلس"، یا "شاعر الطبیعہ" کے القاب دیئے گئے ہیں۔

نمونے کے سوالات:

- ابن خفاجہ کے عہد میں سیاسی حالات کیا تھے؟ روشنی ڈالئے۔
- ابن خفاجہ کی زندگی کے مختلف ادوار پر تبصرہ کیجئے۔
- ابن خفاجہ کی شعری خدمات کا تعارف کرائیے۔
- ابن خفاجہ کے القاب اور ان کی وجوہات پر گفتگو کیجئے۔
- وصف نگاری میں ابن خفاجہ کی انفرادیت اور خصوصیات واضح کیجئے۔

مطالعے کے لئے کتابیں:

- الذخیرۃ فی محاسن اہل الجزیرۃ، ابن بسام، جلد سوم۔
- نفح الطیب، احمد بن محمد المقری، جلد اول اور جلد چہارم۔
- دیوان ابن خفاجہ، تحقیق: ڈاکٹر سید مصطفےٰ غازی۔
- دولۃ الاسلام فی الاندلس، عبد اللہ عنان، جلد دوم۔
- تاریخ الادب العربی-الاندلس، شوقی ضیف۔
- الفن ومذاہبہ فی الشعر العربی، شوقی ضیف۔